16

جو قوم خدا تعالیٰ کے گھر کو آباد رکھنے کی کوشش کرتی ہے دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اُس کے گھر کو ویران نہیں کر سکتی

ہماری جماعت کو چاہیے کہ یورپ کے مختلف ممالک میں مساجد تعمیر کرنے کی بابرکت تحریک میں پورے زور سے حصہ لے

(فرمودہ 16 مئی 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''پچھلے جمعہ میں بھی میں نے دیکھا کہ سائبان نہیں لگے ہوئے تھے۔ مگر اُس دن ہوا تیز چل رہی تھی اور جـــوّ میں کسی قدر خنکی تھی۔ میں نے اسے اِس بات پر محمول کیا کہ سلسلہ کے مال کی حفاظت کے لئے جبکہ لوگوں کو اتنی تکلیف نہیں پہنچ سکتی تھی منتظمین نے عقل اور تدبر سے کام لیا ہے۔ لیکن آج ہوا نہیں چل رہی، دھوپ تیز ہے پھر بھی میں دیکھتا ہوں کہ سائبان نہیں لگائے گئے جس کی وجہ سے باہر بیٹھنے والے لوگوں کے لئے بیماری کا خطرہ ہے۔ لوگ سمٹ کر مسجد کے اندر تو بیٹھے ہوئے ہیں لیکن نمازوں کے لئے انہیں باہر نکلنا پڑے گا۔ اور آجکل کی گرمی میں دو چار منٹ بھی ساکن بیٹھنا یا کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے۔ چلتے پھرتے ہوئے اَور بات ہوتی ہے اُس وقت کچھ نہ کچھ ہوا لگتی رہتی ہے اور انسان گرمی کی شدت کو زیادہ محسوس نہیں کرتا۔ پس میں نہیں

سمجھتا کہ منتظمین نے اس میں کیا حکمت مدنظر رکھی ہے۔☆ میں نے انہیں توجہ دلائی تھی کہ وہ ایسی تدبیر کریں کہ ہوا کے دنوں میں سائبان پھٹیں نہیں وہ کھڑے رہیں اور دیواروں پر ان کا بوجھ نہ پڑے کیونکہ دیواریں کمزور ہیں۔ جو تجویز میں نے بتائی تھی اُس کو تو انہوں نے رد کر دیا اور لکھا کہ انجینئر اس کا فائدہ نہیں سمجھتے گو میرے نزدیک اس سے فائدہ ہو سکتا تھا۔ مگر جو تجویز اس کے مقابلہ میں پیش کی گئی تھی اس پر عمل نہیں کیا گیا اور اس وجہ سے ڈر ہے کہ جو لوگ باہر بیٹھیں گے خصوصاً بوڑھے اور کمزور لوگ ان کی صحت کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔

آج میں جماعت کو اس فیصلہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو شوریٰ میں مساجد بنانے کے متعلق ہوا ہے۔ شوریٰ میں یہ تحریک پاس ہوئی تھی کہ لوگ مختلف تقریبوں پر اور مختلف پیشہ ور اپنی آمدنیوں پر کچھ نہ کچھ رقم مساجد کے لئے دیتے رہیں جس سے غیر ممالک میں جہاں مساجد کا بنانا تبلیغی نقطہ نگاہ سے ضروری ہے مساجد تعمیر ہوتی رہیں۔ اُس وقت جماعت نے اخلاص بھی دکھایا، جوش بھی دکھایا بلکہ چار ہزار روپیہ نقد بھی جمع کر دیا اور ساری ہی تجاویز کو انہوں نے پسند کیا اور منظور کیا بلکہ بعض نے تجویز کردہ سے زائد چندہ تجویز کیا اور کہا کہ چندے کو اِس اِس شکل میں رکھا جائے تا کہ مساجد کی تعمیر کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ آ سکے۔ لیکن عملی طور پر میں دیکھتا ہوں کہ سوائے چند لوگوں کے باقیوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ تاجروں میں سے میرے سامنے صرف ایک مثال آئی ہے اور وہ کوئٹہ کے ایک دوست شیخ محمد اقبال صاحب کی ہے جو بڑے تاجروں میں سے ہیں۔ فیصلہ یہ تھا کہ بڑے تاجر ہر مہینہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا جو نفع ہو وہ مسجد فنڈ میں دے دیا کریں۔ پس میرے سامنے اب تک صرف یہی ایک مثال آئی ہے کہ انہوں نے اڑھائی سو روپیہ اس چندہ میں بھجوایا ہے۔ باقی کچھ لوگ جنہوں نے مجھ سے نکاح پڑھوائے تھے ان کو میں نے یاد دلا دیا کہ خوشی کی تقاریب پر مساجد کے لئے چندہ دینا بھی ضروری ہے اور انہوں نے کچھ چندہ دے دیا۔ اب لاہور میں ایک دوست حیدر بخش صاحب جو گجرات کے رہنے والے ہیں انہوں نے مسجد کے لئے سو روپیہ دیا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ یہ سو روپیہ انہوں نے کس اصول کے مطابق دیا ہے۔ بعض اَور رقمیں بھی انہوں نے دی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی خوشی کی

☆ بعد میں منتظمین نے بتایا کہ صبح ہوا چلی تھی جس سے سائبانوں کو بہت نقصان پہنچ گیا۔

تقریب پر انہوں نے یہ چندہ دیا ہے۔ یہ نہیں کہ کسی تجارتی اصول پر یہ روپیہ انہیں ملا ہو۔ کیونکہ بظاہر یہ رقم ان کے حالات سے زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ چھوٹے تاجروں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا تھا کہ وہ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا نفع اس غرض کے لئے دے دیا کریں۔ کیونکہ چھوٹے تاجروں کا جو نفع ہوتا ہے وہ بعض دفعہ ایک پیسہ ہوتا ہے، بعض دفعہ ایک دھیلا ہوتا ہے۔ اگر زیادہ بھی نفع ہو جائے تو چھوٹے تاجر کو ایک سودے میں دو آنے یا چار آنے مل جاتے ہیں۔ پس چونکہ ان کا نفع معمولی ہوتا ہے اس لئے ان کے متعلق یہ فیصلہ ہوا تھا کہ وہ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا نفع مساجد کے لئے دے دیا کریں۔ ربوہ میں ہمارے پچاس کے قریب تاجر ہیں۔ چار ہفتوں کے پہلے دن بھی ان پر گزرے ہیں اور چار ہفتوں کے پہلے دنوں میں کوئی نہ کوئی ان کا پہلا سودا بھی ہوا ہوگا لیکن جہاں تک مجھے علم ہے ان پچاس میں سے کسی ایک نے بھی اس پر عمل نہیں کیا۔☆ فرض کرو ان کا اوسط منافع ایک آنہ تھا تو چار ہفتوں میں ان کی طرف سے دوسو آنہ آنا چاہیئے تھا۔ بلکہ اب تو غالباً پانچواں ہفتہ شروع ہو چکا ہے۔ کیونکہ ہر مہینہ میں ہفتہ سے کچھ زائد دن بچ رہتے ہیں اور شوریٰ پر بھی اب تک ایک ماہ سے تین دن زائد گزر چکے ہیں۔ پس اگر اوسط نفع ایک آنہ بھی سمجھا جاوے تو پانچ ہفتوں میں ان کی طرف سے اڑھائی سو آنہ آنا چاہیے تھا یعنی قریباً سولہ روپے۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے ربوہ کے کسی تاجر نے بھی اس تجویز کو یاد نہیں رکھا اور نہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہے۔

جیسا کہ میں نے بارہا بتایا ہے مرکز کے لوگ دوسروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ اگر وہ اچھا نمونہ دکھائیں تو باہر کے لوگ بھی ان کی نقل کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ وہ بھی اچھے ہو جائیں۔ اور اگر مرکز کے لوگ اچھا نمونہ نہ دکھائیں تو باہر کے لوگ سمجھتے ہیں کہ اچھا نمونہ دکھانا کوئی ضروری چیز نہیں۔ بلکہ باہر کے کمزور لوگ تو جھوٹی باتیں بھی مرکز کی طرف منسوب کر کے اپنے لئے رستے نکالتے رہتے ہیں۔ عورتوں میں چونکہ زیادہ کمزوری ہوتی ہے اس لئے جب وہ اپنے خاوندوں سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہیں اور خاوند انہیں کہتے ہیں کہ ہم پر چندوں کا بوجھ زیادہ ہے ہم ان ضروریات کو پورا نہیں کر سکتے تو ان میں سے بعض یہ جواب دے دیتی ہیں کہ خلیفۃ المسیحؑ کی بیویاں تو پانچ پانچ سو روپیہ کے جوڑے پہنتی ہیں اور تم ہمیں پچاس بھی نہیں دیتے۔ اِسی طرح

☆ اب انجمن ربوہ نے اس پر عمل شروع کروا دیا ہے اور چندہ داخل ہونا شروع ہو گیا ہے۔

کے اَور بھی بہت سے جھوٹ میرے سامنے آتے رہتے ہیں۔ میں مذاقاً اس قسم کے لوگوں کو یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ تم اپنی بیوی کو لے آؤ اور ہمارے گھر کی تلاشی لے کر فی جوڑا اڑھائی سو ہمیں دے دو اور جوڑے لے جاؤ۔ تم کو سو فیصدی فائدہ پہنچ جائے گا۔ پانچ سو کا جوڑا اڑھائی سو میں مل جائے گا اور ہمیں بھی نفع رہے گا۔ تو اعتراض کرنے والے ہمیشہ کرتے ہیں۔ اب سال بھر سے اس مضمون کا کوئی خط مجھے نہیں آیا لیکن اس سے پہلے ایسے خط آتے رہتے تھے۔ بلکہ ہجرت کے بعد بھی ایک دو خط مجھے آئے تھے جن میں اِسی قسم کے اعتراضات درج تھے۔ بعض خاوند جو زیادہ سمجھدار ہوتے ہیں وہ تو اپنی بیویوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور ساتھ ہی مجھے اطلاع دے دیتے ہیں کہ ہماری بیوی نے یہ جھوٹ بولا ہے۔ اور بعض دھوکے میں آجاتے ہیں اور کہتے ہیں اوہو! ہم نے غلطی کی۔ ہمیں چاہیے تھا کہ تمہارے ساتھ بھی ہم اس معیار پر سلوک کرتے۔ تو بیرونجات میں کمزور لوگ ہمیشہ جھوٹ بول بول کر لوگوں کو ورغلایا کرتے ہیں۔ پھر جہاں سچ مل جائے وہاں تو وہ لوگوں کو بڑی آسانی کے ساتھ دھوکا دے سکتے ہیں۔ پس سب سے پہلے میں مرکز کے تاجروں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ کوئی ایسا بوجھ نہیں ہے جس کا اٹھانا تمہارے لئے ناقابلِ برداشت ہو۔ ممکن ہے تمہارا پہلا سودا ایک دمڑی نفع والا ہو یا ایک دھیلا نفع والا ہو یا ایک آنے کا نفع ہی اس میں ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ تمہارا امتحان لینا چاہے اور پہلا سودا ہی بڑے نفع والا آجائے۔ مگر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ یا تو تم بہت ہی نیک ہو اور خدا تمہیں اس ذریعہ سے بہت زیادہ ثواب دینا چاہتا ہے اور یا پھر تم کمزور ہو اور خدا اِس ذریعہ سے تمہارا امتحان لینا چاہتا ہے اور یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ تم لالچ میں آکر گر جاتے ہو یا اپنے ایمان میں پکے رہتے ہو۔ بہرحال یہ دونوں چیزیں ہی انسان کے لئے مفید ہیں۔ اگر خدا ہمیں زیادہ ثواب دینا چاہتا ہے تو زہے قسمت۔ اور اگر خدا ہمارا امتحان لینا چاہتا ہے اور یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ہم اس خدائی تحفہ کے نفع کو کہاں استعمال کرتے ہیں اپنی ذاتی ضروریات میں یا خدا کے گھر کی تعمیر میں۔ تب بھی زہے قسمت۔ کیونکہ کم سے کم اس ذریعہ سے ہمیں اپنی کمزوری کا علم ہو گیا۔

پس میں پھر ان فیصلہ جات کو دُہرا دیتا ہوں ممکن ہے زبانی بیان کرنے کی وجہ سے کوئی غلطی ہو جائے۔ اگر ایسا ہوا تو خطبہ پر نظر ثانی کے وقت اس کی اصلاح کر دی جائے گی۔ بہرحال جہاں

تک مجھے یاد ہے تجویز یہ ہوئی تھی کہ پیشہ ور لوگ یعنی وکلاء، ڈاکٹر اور کنٹریکٹر وغیرہ پہلے اپنے گزشتہ سال کی آمد معیّن کریں۔ اور پھر اس تعیین کے بعد اگلے سال ان کی آمد میں جو زیادتی ہو اُس کا دسواں حصہ وہ مسجد فنڈ میں ادا کر دیا کریں۔ مثلاً ایک وکیل ہے۔ پچھلے سال اس کی آمد چھ ہزار روپیہ تھی۔ اگلے سال خدا تعالیٰ اس کی آمد کو سات ہزار روپیہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اب اسے جو ایک ہزار روپیہ گزشتہ سال سے زائد ملا ہے اس کا دسواں حصہ وہ مسجد فنڈ کے لئے دے دے۔ یا اگر چھ کا آٹھ ہزار ہو گیا ہے تو پھر دو ہزار کا دسواں حصہ دے۔ اس طرح مرزا عبدالحق صاحب کی تجویز کے مطابق جسے بعد میں وکلاء اور ڈاکٹروں نے مان لیا تھا یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ علاوہ سالانہ آمد کی زیادتی کا دسواں حصہ دینے کے وہ بجٹ کے سال کے پہلے مہینہ یعنی ماہِ مئی کی آمد کا پانچ فیصدی مسجد فنڈ میں ادا کیا کریں☆ اسی طرح ایک تجویز یہ بھی پاس ہوئی تھی کہ تمام ملازم خواہ وہ گورنمنٹ کی ملازمتوں میں ہوں یا دوسرے اداروں میں کام کرتے ہوں ہر سال جو انہیں سالانہ ترقی ملے اُس میں سے پہلے مہینہ کی ترقی وہ مساجد کی تعمیر کے لئے دے دیا کریں۔ مثلاً ایک شخص کو دس روپیہ سالانہ ترقی ملی ہے۔ اب فرض کرو اس نے بیس سال اَور ملازمت کرنی ہے تو اُس کو تو بائیس سو ملیں گے۔ اور اسے مسجد کے لئے بیس سال میں دو سو روپے دینے پڑیں گے۔ اسی طرح یہ بھی فیصلہ ہوا تھا کہ جب کوئی شخص پہلی دفعہ ملازم ہو تو وہ پہلی تنخواہ ملنے پر اُس کا دسواں حصہ مسجد فنڈ کے لئے دے دیا کرے۔

زمینداروں کے متعلق چندہ کی جو تحریک کی گئی تھی اُس کا حساب کچھ غلط ہو گیا تھا۔ بعد میں مَیں نے غور کیا تو مجھے محسوس ہوا کہ زمینداروں پر بہت زیادہ بوجھ پڑ گیا ہے۔ ان کے لیے ہر فصل کی قیمت کا دسواں حصہ بطور چندہ مقرر کیا گیا تھا مگر یہ بوجھ پیشہ وروں اور ملازموں کی نسبت زیادہ بن جاتا ہے۔ اب میں نے سوچا ہے کہ وہ فی ایکڑ صرف دو آنے دے دیا کریں۞

☆ اس کی حکمت انہوں نے یہ بتائی تھی کہ بعض پیشہ وروں کی آمد بڑھے گی نہیں اور وہ ثواب سے محروم رہ جائیں گے۔

۞ میں نے خطبہ میں ایک آنہ کہا تھا لیکن بعد میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حساب سے اُن کا حصہ بہت کم ہو جاتا ہے۔ سو خطبہ درست کرتے ہوئے میں نے دو آنہ فی ایکڑ تجویز کیا ہے اور یہ بھی کوئی خاص بوجھ نہیں۔ ہاں جن کی زمین دس ایکڑ سے کم ہو اُن کے لیے وہی ایک آنہ فی ایکڑ چندہ مسجد کا ہوگا۔

فرض کرو کسی کے پاس ایک مربع یعنی 25 ایکڑ زمین ہے۔ آٹھ ایکڑ وہ کپاس کرتا ہے۔ فرض کرو اس کی آٹھ من فی ایکڑ پیداوار ہوتی ہے تو گویا چونسٹھ من کپاس اس کے پاس آ گئی۔ تیس روپے بھی اگر قیمت رکھو تو یہ دو ہزار ہو گئے۔ دو ہزار کا دوسواں حصہ☆ دس روپے بنتا ہے۔ پھر گندم آتی ہے، کماد آتا ہے ان کی مجموعی آمدن بھی قریباً قریباً کپاس کے برابر ہو جاتی ہے۔ نہ ہو تو پندرہ سو کے قریب تو ضرور آ سکتا ہے۔ گویا مجموعی طور پر اسے پینتیس سو روپیہ ملا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ فی مربع اسے پندرہ روپے دینے پڑے اور یہ رقم دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ بن جاتی ہے۔ پس میں نے تجویز کیا ہے کہ وہ آئندہ فی ایکڑ دو آنہ دے دیا کریں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مربع والے کو تین روپے دو آنے دینے پڑیں گے۔ یوں عام آمدن کے لحاظ سے اسے پندرہ روپے دینے پڑتے تھے۔ اور جن کی زیادہ آمدنیں ہیں انہیں پچیس چھبیس دینے پڑتے تھے۔ مگر اب دو آنہ فی ایکڑ کے حساب سے سال بھر میں انہیں صرف تین روپے دو آنے دینے پڑیں گے۔ لیکن جو مزارع کے طور پر کام کرتے ہیں چونکہ نصف مالک کو دیتے ہیں ان کے لئے ایک آنہ اور دو پیسے فی ایکڑ کی شرح ہو گی۔ دس سے اوپر ایکڑ جس کے پاس مزارعت کے ہوں اُس پر ایک آنہ فی ایکڑ۔ اور دس یا اس سے کم جس کے پاس مزارعت کے ہوں اُس پر فی ایکڑ دو پیسے چندہ مسجد واجب ہو گا۔ پہلے طریق کے مطابق زمینداروں کے لئے اپنی آمدنیوں کا حساب کرنا مشکل تھا۔ لیکن دو آنہ یا آنہ فی ایکڑ کے لحاظ سے ان کے لئے حساب کی مشکل اڑ جاتی ہے۔ فرض کرو کسی کے پاس تین ایکڑ ہیں ایک ایکڑ گندم کرتا ہے اور ایک ایکڑ کپاس کرتا ہے یا کپاس نہیں کرتا تو سبزی ترکاری بوتا ہے تو اس کی آمدن بھی چھ سات سو بن جاتی ہے گو اس میں بیلوں کے بھی اخراجات ہیں اِس طرح اُس کے دوسرے اخراجات بھی اس میں شامل ہیں۔ بہرحال نہری زمینوں کے لحاظ سے اس کی رقم کوئی تین چار روپے بنتی تھی جو اسے مسجد کے لئے دینی چاہیے تھی لیکن اس حساب سے اس کی رقم صرف تین آنے بنے گی۔ کیونکہ دس ایکڑ سے کم کے مالک پر ایک آنہ فی ایکڑ واجب کیا گیا ہے اور تین آنے اور تین روپے میں بڑا بھاری فرق ہے۔ پس اس تحریک کے ساتھ ہی میں زمینداروں کے پہلے چندہ میں تبدیلی کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

☆ مجلس شوریٰ میں سواں حصہ مقرر کیا گیا تھا بعد میں جب یہ سکیم شائع ہوئی تو دوسواں حصہ کر دیا گیا تھا۔

اُس وقت حساب پہلا ہو گیا تھا اور غلط حساب ہو جانے کی وجہ سے ان کی رقم زیادہ بن گئی تھی۔

میں نے دیکھا ہے زمینداروں میں سے جو کمزور ہوتے ہیں وہ بھی انتہائی کمزور ہوتے ہیں اور جو مخلص ہوتے ہیں وہ بھی انتہائی مخلص ہوتے ہیں اور ان کی قربانی بہت سے کھاتے پیتے لوگوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی حال مزدوروں کا میں نے دیکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر غریب اور بھوکے مرنے والوں میں سو میں سے بیس اچھے مخلص ہوتے ہیں تو کھاتے پیتے لوگوں میں سے سو میں سے دو اچھے مخلص ہوتے ہیں۔ پس جہاں ان کا اخلاص قابلِ قدر ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی رقم دوسروں جتنی ہی رکھی جائے اُن سے زیادہ نہ رکھی جائے۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ دو آنہ کے لحاظ سے بھی پندرہ بیس ہزار روپیہ سالانہ ہماری جماعت کے زمینداروں سے حاصل ہوسکتا ہے۔ ہماری جماعت کے زمینداروں کی زمین کسی صورت میں بھی دو اڑھائی لاکھ ایکڑ سے کم نہیں ہے۔ پھر بیرون جات میں بھی لوگوں کے پاس زمینیں ہیں۔ انڈونیشیا تو غریب ملک ہے مگر افریقہ اور امریکہ وغیرہ میں روپے کی قیمت زیادہ ہے اور پیداوار بھی زیادہ ہے۔ اس لئے ان کے پاس روپیہ زیادہ ہے خصوصاً ایسٹ افریقہ میں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس ذریعہ سے بھی ہزاروں روپیہ سالانہ مساجد کی تعمیر کے لئے اکٹھا ہوسکتا ہے۔

تاجروں کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ تجویز یہ پاس ہوئی ہے کہ بڑے تاجر ہر مہینہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دے دیا کریں۔ بڑے تاجروں کا بعض دفعہ ایک ایک سودے کا منافع چار چار پانچ پانچ سو روپیہ ہوتا ہے۔ جیسے میں نے بتایا ہے کہ کوئٹہ کے ایک دوست نے صرف ایک سودے کا منافع اڑھائی سو روپیہ بھجوا دیا ہے۔ چھوٹا تاجر اگر ہزار سودوں کا منافع جمع کرے تب شاید وہ اڑھائی سو روپیہ تک پہنچے۔ ہماری جماعت میں ایسے تاجر جو بڑی تجارتیں کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے چار پانچ سو کے قریب ہیں۔ جیسے منڈیوں کے آڑھتی ہیں، کمپنیوں والے ہیں، کارخانوں والے ہیں یا دوسرے تاجر ہیں۔ اور چھوٹا تاجر تو کئی ہزار ہے۔ چھوٹے تاجروں کے لئے جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ فیصلہ ہے کہ وہ ہر ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مسجد فنڈ میں دے دیا کریں۔ مثلاً ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایک آنے کا تیل دے دیں۔ اب اس میں اس کا نفع ایک دھیلا یا دمڑی ہوگی۔ یا کوئی آیا

اور اس نے کہا کہ مجھے آٹھ آنے کا آٹا دے دیا جائے یا مٹی کے تیل کی ایک بوتل دے دی جائے پہلے ایک بوتل ڈیڑھ آنہ میں آجایا کرتی تھی اب چار پانچ آنے میں آجاتی ہے۔ بہرحال ایسے سودوں میں دھیلا، پیسہ یا دو پیسے کا ہی نفع ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی دن اچھا سودا ہوجائے اور کوئی گاہک آکر کہے کہ مجھے آٹے کی ایک بوری دے دی جائے اور آٹے کی بوری میں آجکل کی مہنگائی کو دیکھتے ہوئے تاجر کو روپیہ ڈیڑھ روپیہ نفع مِل جاتا ہے۔ یا کوئی شخص آگیا اور اُس نے کہا کہ مجھے دس بیس گز کپڑا دے دیا جائے۔ یا کوئی بوٹ خریدنے کے لئے آگیا۔ آجکل بوٹ بہت مہنگے ہیں۔ وہ سلیپر جو پہلے چودہ آنے میں آیا کرتے تھے اب سات آٹھ روپے کو آتے ہیں۔ اس میں بھی تاجر کو روپیہ یا آٹھ آنے کا نفع ہوجاتا ہے۔ بہرحال ہر ہفتہ کے پہلے دن جو بھی پہلا سودا ہو خواہ تھوڑے نفع والا ہو خواہ زیادہ نفع والا ہو وہ نفع مسجد فنڈ میں دے دیا جائے۔ یہ نفع ہمیشہ کم و بیش ہوتا رہے گا اور چونکہ یہ کسی معیّن رقم کی شکل میں نہیں اس لئے انسانی طبیعت پر اس کا دینا کچھ گراں نہیں گزرتا۔ جیسے انگریز قوم میں ہر غریب سے غریب اور امیر سے امیر میں یہ عادت ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ گھوڑوں پر شرطیں باندھنے میں ضرور صَرف کرتا ہے اور یہ خرچ اُس کی طبیعت پر گراں نہیں گزرتا کیونکہ اس میں مقابلہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر ہر شخص یہ عہد کرلے کہ میں ہفتہ کے پہلے دن پہلا سودا خدا کے نام پر کروں گا تو ہر ہفتہ کے دِن اُس کے دِل میں یہ خواہش پیدا ہوگی کہ دیکھیں آج خدا کے سودے کے لئے دس روپے کا گاہک آتا ہے یا دو پیسے کا گاہک آتا ہے۔ بہرحال دو پیسے کا گاہک آئے یا دو آنے کا یا دو روپے کا اُس کا فرض یہی ہے کہ وہ ہفتہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کا منافع مساجد کی تعمیر کے لئے دے دیا کرے۔

اسی طرح مستریوں، لوہاروں اور مزدوروں وغیرہ کے متعلق یہ فیصلہ ہوا تھا کہ وہ ہر مہینہ کے پہلے دن کی مزدوری کا (یا کوئی اَور دن مقرر کرکے اُس دن کی مزدوری کا) دسواں حصہ مسجد فنڈ میں دے دیا کریں۔ بالکل ممکن ہے کہ مہینہ کے پہلے دن اُنہیں مزدوری ہی نہ ملے یا ممکن ہے ملے تو آدھے دن کی مزدوری ملے۔ بہرحال اُسے جو بھی مزدوری ملے پورے دن کی ملے یا آدھے دن کی ملے اُس کا دسواں حصہ دینا اُس کے لئے ضروری ہوگا۔ اگر ایک ترکھان کو تین روپے مزدوری ملتی ہے تو ساڑھے چار آنے اور اگر آدھے دن کی مزدوری ملتی ہے تو سوا دو آنے اُسے دینے پڑیں گے۔

نہ ملے تو کچھ بھی نہیں دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر مزدور کو ڈیڑھ روپیہ ملے گا تو اُس پر اڑھائی آنے مسجد کا چندہ لگ جائے گا۔ غرض یہ ایک اس قسم کا پُر لطف کام ہے کہ بجائے طبیعت پر بوجھ ہونے کے انسان کو اس میں لطف آتا ہے اور طبائع میں انشراح قائم رہتا ہے۔ کیونکہ یہ طریق ایسا ہے جس میں چندہ کی کوئی مقدار معیّن نہیں اور پھر خدا تعالیٰ کے شکر کا بھی موقع نکلتا رہتا ہے۔ اب تو تاجر سارا دن بیٹھا رہتا ہے اور اُس کے دل میں خدا تعالیٰ کی طرف کوئی توجہ ہی پیدا نہیں ہوتی لیکن مہینہ کے پہلے دن کے پہلے سودے کے لئے وہ ضرور سوچے گا کہ دیکھوں آج مجھے کیا ملتا ہے اور میں خدا تعالیٰ سے کتنا ثواب حاصل کرتا ہوں۔ اس طرح قدم بقدم خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا چلا جائے گا۔

پھر مسجدیں ایسی چیز ہیں کہ اُن کا قیام قوم کے لئے بڑی برکت کا موجب ہوتا ہے۔ دیکھو وصیت کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف طور پر لکھا ہے کہ بہشتی مقبرہ کی زمین کسی کو بہشتی نہیں بناتی بلکہ انسان کے اعمال اُسے بہشتی بناتے ہیں 1 لیکن ہماری جماعت میں صرف اسی نام کی وجہ سے کہ اُسے بہشتی مقبرہ کہا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں کے وعدے اُس کے ساتھ وابستہ ہیں اب وصیت کی آمدن زیادہ ہے اور دوسرے چندوں کی آمد کم ہے کیونکہ اس کے ساتھ معیّن صورت میں نام آ گیا ہے کہ اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے۔ وصیت کی طرح مسجد بنانے والے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کا وعدہ ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ جو شخص میرے لئے مسجد بناتا ہے میں اُس کے لئے آخرت میں گھر بناتا ہوں 2۔ گویا یہ بھی ایک وصیت جیسی تحریک ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ اس کے ساتھ موجود ہے کہ جو شخص مسجد بنائے گا اُس کے لئے خدا جنت میں گھر بنائے گا۔ اور پھر وہی وصیت والی شرط یہاں بھی پائی جاتی ہے کہ قربانی کرنے والا نیک ہو۔ اگر کوئی کنچنی مسجد بنا دے تو ہم کہیں گے کہ اُس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ مزاح کیا ہے۔ اِسی طرح اگر کوئی شخص نماز ہی نہیں پڑھتا اور روزے نہیں رکھتا، سچ نہیں بولتا، جھوٹ اور فریب سے کام لیتا ہے، دوسروں پر ظلم کرتا ہے، اُن کے حقوق ادا نہیں کرتا تو اُس کا مسجد کے لئے چندہ دینا اُسے جنت میں نہیں لے جا سکتا۔ لیکن اگر کوئی شخص نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، سچ بولتا ہے، جھوٹ، ظلم اور فریب سے بچتا ہے، دین سے محبت رکھتا ہے،

اس کو دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرتا ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دوسرا شخص جو مسجد نہیں بناتا اُس سے یہ زیادہ یقینی جنتی ہے۔ تمہیں اپنی کمزوری کے اوقات میں کئی دفعہ خیال آتا ہوگا کہ فلاں نے کیسا اچھا مکان بنالیا ہے لیکن افسوس کہ ہمارا کوئی مکان نہیں۔ یا اگر تمہارے ہمسائے نے کوئی اچھا سا کمرہ بنالیا ہے تو تمہارے بچے سمجھتے ہیں کہ اگر ہمارا بھی کوئی ایسا ہی کمرہ بن جائے تو کیا اچھا ہو۔ مگر وہ تو تمہاری محض خواہشات ہوتی ہیں اور یہ وہ وعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت کیا کہ اگر تم میرے لئے دنیا میں گھر بناؤ گے تو مَیں بھی تمہارے لئے آخرت میں گھر بناؤں گا اگر ایک شخص کی کوٹھی دس ہزار روپے کی ہو اور تمہاری کوٹھی اُس کے مقابلے میں بیس ہزار روپے کی ہو تو تمہارے لئے یہ امر کتنی خوشی اور فخر کا موجب ہوگا۔ اس طرح اگر جنت میں ایک شخص کو اپنی نیکیوں کی وجہ سے چاندی کا مکان ملے گا تو مسجد بنانے کی وجہ سے خدا تعالیٰ سونے کا مکان دے دے گا۔ یا ایک کو سونے کا مکان ملا اور تمہیں بھی سونے کا مکان ہی ملنا چاہیے تھا تو چونکہ تم نے مسجد بنائی اس لئے تم کو موتیوں کا مکان ملے گا۔ یا ایک اَور شخص کو موتیوں کا گھر ملا اور تمہیں بھی موتیوں کا گھر ہی ملنا تھا لیکن اس لئے کہ تم نے مسجد بنائی خدا تمہیں موتیوں کی بجائے ہیروں کا مکان دے دے گا (موتی ہیرے کے الفاظ تمثیلی ہیں۔ کوئی یہ نہ خیال کرے کہ میرے نزدیک اُس دنیا کی نعماء اِس دنیا کی قسم سے ہیں۔) بہرحال تم دوسروں سے فضیلت میں رہو گے۔ اور اگر دوسرے بھی وہی نیکی کرنے لگ جائیں گے تو یہ تمہارے لئے اَور زیادہ خوشی کا موجب ہوگا۔ کیونکہ اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمہاری ساری قوم ہی اونچی ہوگئی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ غرباء آئے اور انہوں نے کہا **یَا رَسُوْلَ اللّٰہ!** امیر لوگ نیکیاں کرتے ہیں جن کی ہمیں توفیق نہیں ہوتی۔ وہ چندے دیتے ہیں، وہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور اس طرح نیکیوں میں ہم سے آگے نکل جاتے ہیں۔ باقی نیکیاں ایسی ہیں جو ہم بھی کرتے ہیں اور وہ بھی کرتے ہیں۔ جہاد ہم بھی کرتے ہیں اور وہ بھی کرتے ہیں۔ نمازیں ہم بھی پڑھتے ہیں اور وہ بھی پڑھتے ہیں۔ روزے ہم بھی رکھتے ہیں اور وہ بھی رکھتے ہیں۔ لیکن روپیہ ہمارے پاس نہیں وہ چندے دینے کی وجہ سے ہم سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اب ہم اس کا کس طرح ازالہ کریں؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آؤ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاؤں

کہ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو قیامت کے دن اُن سے زیادہ درجہ پا لو گے اور وہ یہ ہے کہ ہر نماز کے خاتمہ پر تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ لیا کرو۔ وہ بڑے خوش ہوئے۔ اُنہوں نے اس پر عمل شروع کر دیا۔ مگر کسی طرح امیروں کو بھی اس بات کا پتا لگ گیا اور انہوں نے بھی ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا وِرد شروع کر دیا۔ غریب صحابہؓ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ! ان امراء کو روکئے۔ پہلے یہ چندے دیتے تھے اور ہم ان سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے۔ آپ نے ہمیں آگے نکلنے کی ایک ترکیب بتائی تو اب اُس پر بھی امراء نے عمل شروع کر دیا ہے اور وہ پھر ہم سے آگے نکل گئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر خدا کسی کو نیکی کا موقع دیتا ہے تو میں اُسے کس طرح روک سکتا ہوں3۔

تم بھی مت گھبراؤ کہ اگر قوم کے سارے افراد ہی مساجد بنانے میں حصہ دار بن گئے تو تمہاری فضیلت کیا رہی۔ کیونکہ پھر تمہارے لئے یہ ایک اَور فخر کا مقام پیدا ہو جائے گا کہ تمہاری قوم کے سارے افراد ہی اونچے اور بلند مراتب رکھنے والے ہیں۔ پس دوسروں سے مقابلہ بھی اپنی جگہ پر اچھا ہے۔ لیکن اگر ساری قوم بھی مقابلہ میں شریک ہو جائے تو پھر یہ دوسرا فخر کا مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ میں ایک ایسی قوم کا فرد ہوں جس کا ہر فرد ہی اونچا ہے۔ پس یہ کام ایسا ہے جس کے ساتھ بڑی بڑی برکات وابستہ ہیں۔ مگر اس کے لئے طریق ایسا نکالا گیا ہے جو کسی پر گراں نہیں گزرتا اور نہ کسی کو کوئی خاص بوجھ محسوس ہوتا ہے۔ اور اگر کسی کے لئے یہ کام بوجھل بنتا ہے تو اس کی دو ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ اُسے زیادہ ثواب دینا چاہتا ہے اور یا یہ کہ خدا تعالیٰ اس کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ تمہیں زیادہ ثواب دینا چاہے گا تو وہ مہینہ کے پہلے دن کوئی بڑا سودا تمہارے سامنے لے آئے گا اور تم اُس کا نفع خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے زیادہ ثواب لے لو گے اور تمہاری ایمان میں ترقی کرنے کی خواہش پوری ہو جائے گی۔ اور یا پھر خدا تعالیٰ تمہارا امتحان لینے کے لئے مہینہ کے پہلے دن کوئی بڑا سَودا تمہارے سامنے لے آئے گا۔ اُس وقت کمزور آدمی ڈگمگا جائے گا اور وہ خیال کرے گا کہ اس میں تو میرا آٹھ آنے نفع ہے اور باقی سارے دن کے سَودوں میں کسی میں آنہ نفع ہے اور کسی میں دو پیسے۔

پس اس کے دل میں قربانی کرنے سے انقباض پیدا ہوگا اور وہ خیال کرے گا کہ میں تو گھاٹے میں رہا۔ جب اس کے دل میں انقباض پیدا ہوگا تو اگر مومن ہوگا تو اُسے فوراً پتا لگ جائے گا کہ میرا ایمان کامل نہیں کیونکہ میں نے یہ نفع اپنے پاس سے نہیں دینا تھا بلکہ خدا تعالیٰ پر چھوڑا تھا کہ وہ جس کو چاہے میرے پاس لے آئے۔ خدا تعالیٰ اپنے حصہ کو پہلے لے آیا اور مجھے بُرا لگا۔ پس معلوم ہوا کہ میں خدا سے خوش نہیں۔ چنانچہ اگر اُس کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف ہوگا تو وہ لازماً اپنی اصلاح کی کوشش کرے گا اور جب وہ اپنی اصلاح کرلے گا تو خدا تعالیٰ اس کے پہلے سودے بھی اچھے کردے گا اور اس کے بعد کے سَودوں میں بھی برکت رکھ دے گا۔

اسی طرح میں نے تحریک کی تھی کہ خوشی کی مختلف تقاریب پر مسجد فنڈ کے لئے کچھ نہ کچھ دیتے رہنا چاہیئے۔ مثلاً کسی کی شادی ہوئی ہے تو وہ اس خوشی میں حسب توفیق کچھ چندہ مساجد کے لئے دے دے۔ کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو وہ اس خوشی میں کچھ دے دے۔ کسی نے مکان بنایا ہے یا بنوانے لگا ہے تو اس خوشی میں کچھ دے دے۔ اگر اس نے پانچ ہزار روپے میں مکان بنایا ہے تو پانچ دس روپے خدا کے گھر کے لئے دے دینا اس کے لئے کون سی بڑی بات ہے۔ ہمارا خدا ہم پر بے انتہا احسانات کرتا ہے مگر اس نے اپنا حصہ اتنا تھوڑا رکھا ہوا ہے کہ اگر انسان غور کرے تو اسے شرم آجاتی ہے۔ چوبیس گھنٹہ میں نماز اور ذکر الٰہی پر جتنا وقت صَرف ہوتا ہے اگر تم اس کا حساب کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ محض سونے کا وقت جس کے متعلق ہر شخص سمجھتا ہے کہ وہ ضائع چلا گیا ہے۔ وہ بھی نماز اور ذکر الٰہی کے وقت سے زیادہ ہے۔ غرض اَور کام تو الگ رہے انسان کے سونے کا وقت بھی زیادہ ہے اور نماز روزے کا وقت اس کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا حق بہت ہی چھوٹا کر کے رکھا ہے۔ اگر اس چھوٹے سے حق کے دینے میں بھی ہمارے دلوں میں انقباض پیدا ہو تو یہ ہماری بڑی بدقسمتی کی علامت ہے۔ کوشش تو ہماری یہ ہونی چاہیے کہ ہم اپنی ترقی کے قدم کو بڑھاتے چلے جائیں اور قربانیوں کے نئے نئے رستے سوچیں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ ثواب حاصل ہو۔ نہ یہ کہ جو رستے ہمارے سامنے آئیں اُن پر بھی چلنے کی ہم کوشش نہ کریں۔

صحابہؓ کی طرف دیکھو۔ حضرت ابو ہریرہؓ جن سے ہزاروں حدیثیں مروی ہیں وہ آخری دنوں میں مسلمان ہوئے تھے۔ ان سے پہلے کوئی صحابی بارہ سال سے ایمان لا چکے تھے، کوئی

پندرہ سال سے ایمان لا چکے تھے، کوئی بیس سال سے ایمان لا چکے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ جب ایمان لائے تو انہوں نے دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اب بڑھاپے کی عمر میں ہیں اور زیادہ وقت گزر چکا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قسم کھائی کہ میں اب مسجد میں ہی بیٹھا رہوں گا اور جب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائیں گے میں آپؐ کی باتیں سنوں گا۔ اس التزام کا نتیجہ یہ ہوا کہ گو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے صرف تین سال پہلے مسلمان ہوئے تھے مگر اس تین سالہ عرصہ میں چونکہ انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا اس لئے جتنی حدیثیں ابو ہریرہؓ سے مروی ہیں اُتنی کسی پرانے سے پرانے صحابی سے بھی مروی نہیں۔ حالانکہ وہ دس دس پندرہ پندرہ سال پہلے ایمان لا چکے تھے۔ وجہ یہی تھی کہ وہ اَور کام بھی کرتے رہتے تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ ہر وقت مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ ایسے ہی لوگوں میں سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بھی تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو (غالباً) یہ فضیلت عطا فرمائی تھی کہ حضرت عمرؓ ان کے باپ بعد میں مسلمان ہوئے تھے اور وہ خود پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔ غالباً وہ چھوٹے بچے ہی تھے جب مسلمان ہو گئے۔ وہ بھی ہر وقت کوشش کرتے تھے (گو ابو ہریرہؓ جتنی نہیں) کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں اور ان پر عمل کریں۔

ایک دفعہ آپ حج کے لئے جا رہے تھے کہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک جگہ پہنچ کر انہوں نے قافلہ ٹھہرا لیا اور راستہ سے ہٹ کر ایک مقام پر اس طرح کھڑے ہو گئے جس طرح کوئی شخص پیشاب کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور پھر واپس آ گئے۔ ایک ساتھی نے دیکھا کہ جہاں وہ کھڑے ہو گئے تھے وہاں پیشاب کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ اس پر اس نے پوچھا کہ آپ نے یہ کیا کیا ہے؟ ہم نے تو یہ سمجھا تھا کہ آپ کو پیشاب آیا ہوا ہے مگر وہاں تو ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ انہوں نے فرمایا اصل بات ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے بعد حج کے لئے تشریف لے گئے تو یہاں آپؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔ (معلوم ہوتا ہے وہ جگہ گندی تھی اور انسان بیٹھ نہیں سکتا تھا ورنہ عام حالات میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہے) جب میں یہاں سے گزرتا ہوں تو میرے دل میں خیال آتا ہے کہ چلو آپؐ کی اس سنت پر بھی عمل کر لوں۔ چنانچہ گو مجھے پیشاب نہیں آیا تھا مگر میں نے کوشش کی کہ میں وہ کام کر لوں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا[4]۔

اب بظاہر ان کو دیکھنے والا یہی خیال کرے گا کہ بڑا سادہ لوح آدمی ہے کیونکہ اس میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ صرف محبت کی آنکھ سے دیکھنے والے کو خوبی نظر آ سکتی ہے۔ جس کی محبت کی آنکھ کھلی ہوگی وہ وجد میں آ جائے گا اور کہے گا کیا عشق ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ صحابہ کرامؓ ہمیشہ یہ کوشش کیا کرتے تھے کہ انہیں جو بات بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معلوم ہو اُس پر عمل کریں۔ پس کوشش تو ہماری یہ ہونی چاہیے کہ ہم نئے نئے راستے سوچیں جن سے ہم اسلام کی خدمت سرانجام دے سکیں اور جن سے زیادہ سے زیادہ دین کے قیام اور اس کی اشاعت میں مدد ملے نہ یہ کہ آسان ترین تدبیریں ہمارے سامنے آئیں اور ہم ان کو نظرانداز کر دیں۔

پس میں جماعت کے اُن دوستوں کو جو ربوہ میں رہتے ہیں اِس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ ایک مہینہ گزر چکا ہے اور انہوں نے اس بارہ میں ابھی تک کوئی عملی قدم نہیں اٹھایا۔ اب نہ پچھلا مہینہ واپس آ سکتا ہے، نہ پچھلے ہفتے واپس آ سکتے ہیں اور نہ اس مہینے کا پہلا سَودا یا ہر ہفتے کا پہلا سَودا واپس آ سکتا ہے۔ اب انہیں اپنے دل میں خود غور کرنا چاہیے کہ وہ اس کمی کا کس طرح ازالہ کر سکتے ہیں۔ اور اگر پہلی کمی کا ازالہ نہ کر سکتے ہوں تو کم سے کم آئندہ کے لئے ہی انہیں ہوشیار ہو جانا چاہیے۔ مزدوروں کے لئے بھی مہینہ کا پہلا دن مقرر ہے اور مستریوں اور لوہاروں کے لئے بھی مہینے کا پہلا دن مقرر ہے کہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ (یا مہینہ کا کوئی اَور دن مقرر کر کے) اُس دن جو مزدوری مل جائے اُس کا دسواں حصہ مسجد فنڈ میں دے دیا کریں۔ تاجروں میں سے تھوک فروش تاجروں کے لئے یہ فیصلہ ہے کہ وہ ہر مہینہ کی پہلی تاریخ کا پہلا سودا خدا تعالیٰ کے نام پر کریں اور اس کا منافع مسجد فنڈ کے لئے دے دیں۔ چھوٹے تاجر ہر ہفتہ کے دن کے پہلے سَودے کا منافع مسجد فنڈ میں دیا کریں۔ جن پیشہ وروں، تاجروں اور مزدوروں وغیرہ نے ایک مہینہ ضائع کر دیا ہے اُن کا علاج بہرحال اُن کے ذمہ ہے۔ وہ خود سوچیں اور مافات کی تلافی کی کوشش کریں اور آئندہ کے لئے بہتر نمونہ قائم کریں تا کہ اس کا اثر بیرونی جماعتوں پر بھی پڑے اور وہ دیکھیں کہ ربوہ والوں نے اپنے عہد کو کس خوبی سے نباہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں جوں جوں ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ترقی کرتی جائے گی کروڑوں کروڑ روپیہ اس سکیم کے ماتحت ہر سال مسجدوں کے لئے جمع ہو جایا کرے گا۔ اب بھی اگر پوری تنظیم سے کام لیا جائے تو ساٹھ ستّر بلکہ اسّی ہزار روپیہ بڑی آسانی سے جمع ہو سکتا ہے۔

ابھی ہمارے سامنے مختلف عیسائی ممالک میں مساجد تعمیر کرنے کا کام ہے۔ جیسے امریکہ ہے کہ وہاں مکان تو خرید لیا گیا ہے مگر ابھی مسجد نہیں بنی اور مکان کا قرض بھی ابھی تک ادا نہیں ہوا۔ اِسی طرح ہالینڈ میں ہم نے مسجد بنانی ہے گو یہ صرف عورتوں کے چندہ سے بنے گی۔ اسی طرح سوئٹزرلینڈ ہے، جرمنی ہے، فرانس ہے، سپین ہے یہ چار ممالک یورپ کے ایسے ہیں جہاں ہم نے مسجدیں بنانی ہیں۔ امریکہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو پانچ ممالک بن جاتے ہیں۔ اگر ہم وہاں کے حالات اور اخراجات کو مدنظر رکھیں تو ان پانچ مساجد میں سے ہر مسجد پر اوسطاً ڈیڑھ ڈیڑھ لاکھ روپیہ خرچ ہوگا۔ یعنی بعض جگہ ایک لاکھ میں کام بن جائے گا، بعض جگہ سوا لاکھ خرچ آئے گا اور امریکہ میں تین لاکھ کا اندازہ ہے جس میں سے ڈیڑھ لاکھ خرچ ہو چکا ہے۔ بہرحال یہ پانچ جگہیں ایسی ہیں جہاں ہم نے سردست مسجدیں بنانی ہیں اور جیسے میں نے بتایا ہے ان مساجد پر سات آٹھ لاکھ روپیہ کے خرچ کا اندازہ ہے۔ اگر ہماری ساری جماعت کا چندہ پچھتر ہزار روپیہ کے قریب ہو تو سمجھو کہ قریباً دس گیارہ سال میں جا کر یہ کام پورا ہوگا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ہماری جماعت پورے زور سے اس کام کو شروع کر دے تو خدا اس دنیا میں بھی ہمارے گھر بڑھانے شروع کر دے گا۔ یعنی زیادہ سے زیادہ لوگ احمدیت میں داخل ہونے شروع ہو جائیں گے۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک قوم خدا تعالیٰ کے گھر دنیا میں بنا رہی ہو، ایک قوم خدا تعالیٰ کے گھروں کو آباد کرنے کی کوشش کر رہی ہو اور صبح شام ان میں نمازیں پڑھتی اور انہیں ہر وقت آباد رکھتی ہو اور خدا اُس قوم کے افراد کے گھروں کو ویران کر دے۔ اگر تم اس بات کی کوشش کرو گے کہ خدا کا گھر ویران نہ ہو جائے تو کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ خدا دشمنوں کو اس بات کی توفیق دے دے گا کہ وہ تمہارے گھروں کو ویران کر دیں؟ وہ قوم جو خدا تعالیٰ کے گھر کو آباد رکھنے کی کوشش کرتی ہے معمولی مولوی اور ملّا تو الگ رہے بڑی سے بڑی طاقتیں اور قوتیں بھی اگر اُن کے گھروں کو ویران کرنا چاہیں تو وہ ایسا نہیں کرسکتیں۔ گورنروں کی کوٹھیوں پر پولیس کا پہرہ ہوتا ہے، بادشاہوں کے محلات پر فوجیوں کا پہرہ ہوتا ہے لیکن ان کے گھروں کے دروازوں پر خدا کا پہرہ ہوگا۔ کوئی شخص پولیس کے پہرہ میں سے آگے نکل نہیں سکتا۔ اگر کوئی شخص فوج کے پہرہ میں سے آگے نکل نہیں سکتا تو کون سا ماں کا بچہ ہے جو خدا کے پہرہ میں سے گزرنے کی طاقت رکھتا ہو۔

پس ایک برکت کی چیز ہے جو خدا نے تمہارے سامنے رکھی ہے مگر اس سے فائدہ اٹھانا تمہارا کام ہے۔'' (الفضل 3 جون 1952ء)

1: رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 321 حاشیہ

2: بخاری کتاب الصّلوٰة باب مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا

3: مسلم کتاب المساجد باب استحباب الذکر بَعْدَ الصَّلوٰة (الخ)

4: اسد الغابۃ جلد 3 صفحہ 43 زیر عنوان عبداللہ بن عمر بن الخطاب بیروت لبنان 2001ء